پُرامن بقائے باہمی کے فروغ میں معاہدات نبوی ﷺ کا کردار

زوبیہ کوثر *

اسلام امن اور سلامتی کا دین ہے۔ قرآن پاک کی تعلیمات اور قرآنِ ناطق یعنی حضور نبی کریم ﷺ کا طرز عمل سلامتی کے پیغام کو عام کرتا ہے۔ جب کوئی فرد، گروہ یا جماعت دوسرے افراد اور جماعتوں کے فکری، ثقافتی اور مادّی اختلافات کو حقیقت سمجھ کر تسلیم کرتے ہیں اور ان کی اصلاح کے لیے وہ طریقے اختیار کرتے ہیں جو انسانی فطرت کے قریب تر ہیں تو بقائے باہمی کے اُصول اور سلامتی کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ دعوت الیٰ اللہ کے قرآنی اُسلوب کا ایک اہم نکتہ بہترین انداز میں مکالمہ ہے۔ احسن انداز میں مکالمہ ایسی چیز ہے جس سے دلوں کے اندر تناؤاور دوری پیدا نہیں ہوتی اور مکالمہ احسن ہو گا تو مخالفین بھی حامی بن سکتے ہیں۔

اسلام قانون و اخلاق کے اُصولوں کے تحت قومی اور بین الاقوامی تعلقات کو فروغ دیتا ہے۔ اس مقصد کے لیے اسلام نے باہمی معاہدات اور اُن کی پابندی کے واضح اُصول پیش کیے ہیں۔ مسلمانوں نے مدینہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جہاں مختلف مذاہب آباد تھے۔ اس ریاست کی ہیت برداشت، رواداری اور پُرامن بقائے باہمی کا تقاضا کرتی تھی جس کا باضابطہ اہتمام میثاقِ مدینہ میں کیا گیا۔ آپ ﷺ نے غیر مسلموں سے تجارتی، دفاعی، جنگی اور حلیفی کے معاہدات کیے جن میں ہر شخص کو جان، مال، دین کا تحفظ اور آزادی کے ساتھ رائے دینے یا فیصلہ کرنے کا موقع دیا گیا- یہ معاہدات نبی ﷺ موجودہ قومی اور بین الاقوامی معاملات کے لیے بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

مکالمہ کا لغوی مفہوم

عربی میں مکالمہ کے لیے حوار کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مادہ "حور" ہے۔ اس کے معنی "رجوع کرنا"، "مراجعۃ الکلام "یعنی بات کو بار بار دھرانے کے ہیں۔(۱) انگریزی میں اس کے لیے dialogue کا لفظ مستعمل ہے۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

مکالمہ بین المذاہب کا مفہوم

اسلام کی حقانیت ثابت کرنے اور اس کی خوبیاں بیان کرنے کے لیے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ گفتگو کرنا مکالمہ بین المذاہب کہلاتا ہے جس کا مقصد حق کا اثبات اور باطل دین کی وضاحت ہوتا ہے۔ قرآن حکیم میں جابجا انبیاء کرامؑ کا اپنی قوموں کے ساتھ کیے گئے مکالموں کا ذکر ہے۔ جیسا کہ حضرت نوحؑ کا اپنی قوم کے ساتھ مکالمہ یوں ملتا ہے کہ

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۲)

(قوم کے لوگوں نے) کہا اے نوح! تونے ہم سے بحث کرلی اور خوب بحث کرلی اب تو جس چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ اگر تو سچوں میں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے اپنی قوم سے کیے گئے مکالمے کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِ وَلَا أَخَافُ مَا تُشْرِكُونَ بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ (۳)

"اور ان سے ان کی قوم نے حجت کرنا شروع کردی آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے معاملے میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھے طریقہ بتلایا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تم شریک بناتے ہو، نہیں ڈرتا۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیا تم پھر بھی خیال نہیں کرتے"

ان تمام مکالموں کی بنیاد بھی دعوتِ حق کا بیان اور باطل کو رد کرنا تھا۔

مکالمہ بین المذاہب کے طریقے

دینِ اسلام میں دیگر مذاہب کے ساتھ عموماً چار طریقوں سے مکالمے ملتے ہیں۔

۱. توحید کی دعوت دینا اور شرک کا ابطال کرنا۔ تمام انبیا کی بعثت کا مقصد یہی تھا۔

۲. نبی کریم ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا اور دینِ اسلام کو قبول کرنے کی دعوت دینا:

۳. اللہ تعالیٰ کی شان میں ناحق بات کہنے کو ترک کرنے کی دعوت دینا۔

۴. قرآنِ کریم پر ایمان لانے کی دعوت دینا۔(۴)

قرآن کریم کا اسلوبِ مکالمہ

قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر مکالمے ملتے ہیں جن میں مختلف اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم کبھی دعوتِ دین کے متعلق براہِ راست دعوت کا اُسلوب اختیار کرتا ہے اور قُل یآ اَھلَ الکِتَابِ تَعَالَو اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُم (۵) کے الفاظ کے ذریعے اہلِ کتاب کو سنجیدہ مکالمے کی دعوت دیتا ہے تو کبھی یاد دِہانی اور نصیحت کرتے ہوئے ترغیب وترہیب کا اُسلوب اپناتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کو نعمتوں کی یاد دِہانی یَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِيَ الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ (۶) کے الفاظ کے ساتھ کروائی۔

مکالمہ اور سنّتِ نبوی ﷺ

رسولُ اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں مکالمہ بین المذاہب کو بہت فروغ دیا۔ آپؐ غیر مسلموں کے بازاروں، گھروں اور ان کی مجالس میں جاتے اور دیگر مذاہب کے حکمرانوں سے خط وکتابت کرتے، وفود بھیجتے اور غزوات کے دوران دعوتِ دین دیتے۔ بین المذاہب مکالمہ آنحضرت کی خارجہ پالیسی کا بنیادی اُصول رہا ہے کیونکہ بین المذاہب اتحاد، رواداری، امن و استحکام، یگانگت اور ہم آہنگی مکالمے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

مکالمہ بین المذاہب کی ضرورت

عصر حاضر میں تعصب، مذہبی اور نسلی گروہ بندی، اور مذہبی منافرت کا دور دورہ ہے۔ اعتدال پسند عالمی معاشرے کے قیام اور انتہا پسندی کے خاتمہ کے لیے مکالمہ بین المذاہب کی جتنی ضرورت آج ہے، اتنی شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ نبی کریم ﷺ کے طرزِ عمل سے مکالمہ بین المذاہب کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ صلح حدیبیہ کے بعد قیصر روم، کسریٰ ایران، عزیزِ مصر اور رؤسائے عرب کے نام مکالمات کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔ اسلام اور مسلمانوں کا درست تصور پیش کرنے کے لیے مثبت مکالمہ ہی واحد طریقہ ہے جس کے ذریعے مذاہب کے درمیان کشیدگی کو ختم کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں معاہداتِ نبوی ﷺ بہترین لائحہ عمل پیش کرتے ہیں۔

معاہدے کا لغوی معنی

معاہدہ کا لفظ عام طور پر وعدے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ معاہدہ باب مفاعلہ سے ہے جس کا مادّہ ع ھ د ہے۔ عقد، عہد، معاہدہ، وعدہ ہم معنی ہیں۔ جن میں پختگی اور کسی کام کو پورا کر دینے کا مفہوم شامل ہے۔ گویا جب کوئی کسی سے معاہدہ کرتا ہے تو وہ اس کو پورا کرنے کا پابند ہو جاتا ہے۔ معاہدہ وعدہ، میثاق، ذمہّ، وصیّت، امان اور حفاظت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔(۷) وَاَوفُو ابِالعَھدِ اِنَّ العَھدَ کَانَ مَسؤُلاً(۸) (اور وعدوں کو پورا کرو۔ بے شک وعدہ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔) قرآن مجید میں معاہدے کے لیے میثاق یا قول و قرار(۹)، العقد(۱۰)، حلف یا قسم(۱۱) اور ذمہ (۱۲) کے مترادفات استعمال ہوئے ہیں۔ اُردو میں لفظ معاہدہ کا لفظ ایسے وعدے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ جو دو اشخاص یا دو گروہوں کے درمیان تحریری صورت میں کیا جائے۔ اس کے لیے انگریزی میں Agreement کا لفظ مستعمل ہے۔

معاہدے کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحاً معاہدہ دو اشخاص یا دو فریقوں کے مشترکہ مفادات کے لیے کسی چیز یا بات پر متفق ہو جانے کا نام ہے۔ فقہاء نے معاہدے کے لیے الموادعہ اور الھدنۃ کے الفاظ کا استعمال بھی کیا ہے۔ امام محمد کے مطابق خاص مدت کے لیے اہل حرب سے صلح کر لینے کو معاہدہ کہتے ہیں۔ انھا موادعۃ المسلمین لاھل الحرب سنین معلومۃ(۱۳) امام کاسانی نے موادعہ کی تعریف میں اسے معاہدہ کا مترادف قرار دیا جس سے مراد جنگ بندی پر صلح کرنا ہے۔ الموادعۃ ھی المعاھدۃ والصلح علی ترک القتال(۱۴)۔ شیخ رشید رضا نے تفسیر المنار میں معاہدے کو دو اشخاص یا فریقوں کے کسی بات پر متفق ہو جانے کا نام قرار دیا ہے۔ اس معاہدے کو اگر دونوں فریق کسی طرح مزید مستحکم اور باوثوق بنائیں تو اسے میثاق کہا جاتا ہے اور اگر اسے خصوصاً حلف اور قسم کے ساتھ مستحکم کیا جائے تو اسے حلف کہا جائے گا۔(۱۵)

انگریزی میں معاہدہ دو سے زیادہ اقوام کے درمیان طے پانے والے تحریری وعدے کا نام ہے۔

A formal agreement between two or more states in reference to peace, alliance, commerce or other international relations. (۱۶)

اس طرح کے تحریری معاہدے کے لیے Treaty کا لفظ مستعمل ہے۔ جس کی تعریف یہ ہے۔

A treaty is an agreement under international law enter into by actors in

international law namely sovereign states and international organizations. Agreement, protocol, covenant, convention, Pact, exchange of letters.(۱۷)

(عالمی قوانین کے مطابق معاہدہ خود مختار ریاستوں اور بین الاقوامی تنظیموں کی طرف سے طے پاتا ہے۔ دوخود مختار حکومتوں کے مابین طے وانے والا ایگریمنٹ معاہدہ کہلاتا ہے۔ معاہدے کے لیے پروٹوکول، کنونشن، پیکٹ، اور خطوط کے تبادلہ جیسے مترادفات استعمال ہوتے ہیں۔)

انگریزی میں Treaty کا لفظ ایسے معاہدے contract کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو جنگ بندی کے لیے کیا جاتا ہے ان کا مستقل ہونا ضروری نہیں ہوتا اور ایک فریق کا ذہن بدلتے ہی توڑا جا سکتا ہے۔(۱۸)

مختصراً معاہدہ دو مختلف گروہوں کا کسی مفاد کی خاطر سمجھوتہ، صلح یا جنگ بندی پر متفق ہو جانے کا نام ہے۔

معاہدات کی اقسام

معاہدات کی درج ذیل اقسام ہیں۔

۱۔ تجارتی معاہدات

تجارتی معاہدات دو طرفہ بیرونی تجارت کا نظام قائم کرنے کے لیے کئے جاتے ہیں۔ جو دیگر اقوام کے ساتھ اچھے تعلقات میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۲۔ سیاسی معاہدات

سیاسی معاہدات دائمی بھی ہو سکتے ہیں اور عارضی بھی۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ جنگ بندی کا معاہدہ

یہ ایسا عارضی صلح نامہ یا معاہدہ ہے جو مخصوص شرائط کے ساتھ دو قائدین کے درمیان طے پاتا ہے۔

۲۔ امان کا معاہدہ

اہل حرب کو قتل سے باز رکھنے، جنگ روکنے، اور مخصوص عرصے تک اسے اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنے کی اجازت دے کر اس کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کا معاہدہ، امان کہلاتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ امان خاص

یہ دس یا اس سے کم افراد کو دی جانے والی امان ہے جسے کوئی بااختیار اور ذمہ دار مسلمان دے سکتا ہے۔

۲۔ امان عام

یہ بغیر تعین کے دی جانے والی امان ہے جسے صرف حاکم وقت یا اس کا نمائندہ ہی دے سکتا ہے۔

۳۔ ذمہ کا معاہدہ

یہ دائمی معاہدہ ہے جو اسلامی حکومت اور غیر مسلم رعایا کے درمیان طے پاتا ہے۔ غیر مسلم رعایا فی کس کے حساب سے حکومت کو ٹیکس یعنی جزیہ ادا کرتے ہیں تاکہ انہیں جان و مال کا تحفظ حاصل ہو سکے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے قبائل اور یہودیوں کے درمیان معاہدات کیے۔(۱۹)

۴۔ معاہدہ جوار

اس میں غیر مسلم پڑوسی حکومت مسلم حکومت سے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مشترکہ مفاد کے لیے معاہدہ کرتی ہے جیسا کہ یہود مدینہ سے کیا جانے والا میثاق۔

۵۔ معاہدۂ حلف

دو قوموں یا قبیلوں کا جنگ کے دوران ایک دوسرے سے تعاون کا معاہدہ، معاہدۂ حلف کہلاتا ہے۔ جیسا کہ صلح حدیبیہ میں بنو خزاعہ مسلمانوں کے حلیف تھے۔(۲۰)

معاہدے کی شرائط

معاہدے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں:

۱۔ اہلیت

بین الاقوامی قانون کے تحت صرف ریاستیں اور بین الاقوامی تنظیمیں ہی معاہدات طے کرتی ہیں۔ جبکہ اسلامی قانون کے تحت کوئی بھی عام اور باشعور شخص معاہدہ کر سکتا ہے۔ مثلاً اکیلا شخص کسی کو امان دے سکتا ہے۔

۲۔ باہمی رضامندی

فقہاء کے مطابق عقد کے لیے عقد کرنے والے کی رغبت، نیت اور رضامندی کا عملاً و فعلاً ہونا ضروری ہے۔

۳۔ معاہدے کی تشکیل

بین الاقوامی معاہدے کا وثیقے کی شکل میں لکھا ہونا، فریق ممالک کے نمائندگان مجاز کے دستخط، متعلقہ ممالک کی مہر تصدیق اور اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹیریٹ میں اس کا اندراج ضروری ہے۔ جبکہ اسلام میں معاہدے کو کسی خاص اجراءتی مراحل سے نہیں گزرنا پڑتا۔ غیر مجاز فوجی قائد دشمن کے ساتھ ہونے والے معاہدے کی منظوری حاکم وقت سے لے گا اور مجاز ہونے کی صورت میں بعد از معاہدہ حاکم وقت کو تفصیل بتائے گا۔

۴۔ معاہدہ واضح ہو

معاہدہ صاف الفاظ، واضح اھداف اور صریح عبارت پر مشتمل ہو۔ ایسے الفاظ کی ہیر پھیر نہ ہو جن کا مطلب بگاڑا جاسکے یا تاویل کی جاسکے۔

۵۔ معاہدے کی تشریح

معاہدات کی تشریح پر فریقین کا اتفاق ضروری ہے۔ اگر اختلاف ہو تو جمہور فقھاء کے مطابق مسلمان کے معاملے میں غیر مسلم ثالث جائز نہیں ہے۔

۶۔ معاہدے کا مضمون

ایسا مضمون ہو جس کا حصول ممکن ہو اور قانوناً جائز ہو۔ مضمون اسلامی ضابطے سے متصادم نہ ہو۔

۷۔ معاہدے کی مدت

معاہدے کی مدت کا تعین ضروری ہے۔

۸۔ معاہدے کا اختتام

ا۔ معاہدے کی مدت پوری ہو جائے تو معاہدہ ختم ہو جاتا ہے۔ دائمی معاہدے کو توڑنا جائز نہیں۔ البتہ عارضی کو حاکم وقت توڑ سکتا ہے۔

۲۔ دشمن کی طرف سے نقض معاہدہ کی صورت میں بھی معاہدے کا اختتام ہو جاتا ہے۔(۲۱)

اسلام اور معاہدات

اسلام وعدوں کو پورا کرنے پر بہت زور دیتا ہے اور معاہدات کی پابندی کو خواہ وہ شخصی ہوں یا اجتماعی

، معاشی ہوں یا تجارتی، صلح اور جنگ بندی کے ہوں یا امن و امان کے قیام اور بقا کے لیے، اخلاقاً اور قانوناً دونوں حیثیتوں سے ضروری قرار دیتا ہے۔

وَاَوفُوا بِعَھدِاللہِ اِذَا عٰھَدتُّم وَلَا تَنقُضُواالاَیمَانَ بَعدَ تَوکِیدِھَا (۲۲)

"اور اللہ کے وعدے کو پورا کرو جب تم وعدہ کر لو اور اپنی قسموں کو ان کے پختہ کر لینے کے بعد مت توڑو"

قرآن مجید میں ایک درجن سے زائد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے وعدوں کو پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اہل شرک کے ساتھ کیے گیے معاہدوں کو بھی پورا کیا۔ حدیث نبویؐ ہے:

الامن ظلم معاہداو تنقصد اور کلفه فوق طاقته اواخذ منه بغیر طیب نفسه فانا حجیجه یوم القیٰمة(۲۳)

"خبر دار! جو بھی کسی معاہدہ کرنے والے پر ظلم کرے گا یا اس کے پورا کرنے میں کوتاہی کرے گا یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بوجھ ڈالے گا یا اس کی مرضی کے بغیر اس سے کوئی چیز لے گا تو میں قیامت کے دن مظلوم کی طرف سے اس کا مطالبہ کروں گا"

فتح مکہ کے دن آپؐ نے عام مسلمانوں کو عہد شکنی سے منع فرماتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے۔

وفاء لا غدرٌ(۲۴)(عہد کو پورا کرو بد عہدی نہ کرو)

اسلام خیانت، فریب اور مادّی مفادات سے پاک عہد و پیمان کا حکم دیتا ہے۔ اسلام جنگ اور امن، دونوں صورتوں میں معاہدات کی اجازت دیتا ہے اور بغیر کسی وجہ کے نقض معاہدہ کو ناپسند کرتا ہے۔

وَاِنِ استَنصَرُوکُم فِي الدِّینِ فَعَلَیکُمُ النَّصرُ اِلَّا عَلٰی قَومٍ بَینَکُم وَبَینَھُم مِیثَاقٌ (۲۵)

"اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسے قوم کے خلاف نہیں جس کا تم سے معاہدہ ہے"

غیر مسلموں کے ساتھ بیرونی تعلقات کی بنیاد امن ہے۔ جنگ ایک عارضی حالت ہے۔ جو انسانوں پر طاری ہو جاتی ہے۔ جس کا سبب شر اور ظلم کا خاتمہ یا تبلیغ دین کا تحفظ ہوتا ہے۔ اللہ رب العزت حالت جنگ میں بھی صلح کے لیے بڑھے ہوئے ہاتھوں کو تھامنے کا حکم دیتا ہے۔

فَاِنِ اعتَزَلُوکُم فَلَم یُقَاتِلُوکُم وَاَلقُوا عَلَیکُمُ السِّلَم فَمَا جَعَلَ اللہُ لَکُم عَلَیھِم سَبِیلاً (۲۶)

"اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صلح اور آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ

نے تمہارے لیے اُن پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی"

معاہدات کے سلسلے میں اسلام مشرکین کے ساتھ بھی پاسِ عہد کا حکم دیتا ہے۔

اِلَّذِینَ عٰھَدتُّم مِنَ المُشرِکِینَ ثُمَّ لَم یَنقُضُوکُم شَیاءً وَّلَا یُظَاھِرُو عَلَیکُم اَحَدًفَاَتِمُّو اِلَیھِم عَھدُھُم اِلٰی مُدَّتِھِم اِنَّ اللہَ یُحِبُّ المُتَّقِین(۲۷)

" مگر ان مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے اپنا عہد پورا کرنے میں تم سے کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی تو جو مدت مقرر ہو چکی تھی، اس تک ان عہد پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے"

مذکورہ آیت سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

۱. مشرکین سے کئے گئے معاہدات کا احترام کرنا
۲. نقض عہد کی مذمت
۳. معاہدے میں ردّوبدل یا زیادتی کی ممانعت
۴. معاہدے کو مقررّہ مدّت تک پورا کرنے کا حکم

اسلام امن کا داعی ہے۔ قرآن نے اہل کتاب کو ایک پلیٹ فارم پر امن وامان کے قیام کی خاطر جمع ہونے کی دعوت دی ہے۔

قُل یَآ اھلَ الکِتَابُ تَعَالَو ا اِلیٰ کَلِمَۃٍ سَوَآءٍبَینَنَا وَ بَینَکُم (۲۸)

اے پیغمبر اہل کتاب سے کہہ دیں، آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

یہ ایک ایسا پیغام ہے جسے پُر امن بقائے باہمی کے لیے پائیدار حکمت عملی کہا جاسکتا ہے کہ مکالمے کے ذریعے مشترکہ امور کی بنیاد پر معاملات طے کیے جائیں۔ عین جنگ کی حالت میں بھی اگر دشمن مصالحت اور جنگ بندی پر آمادہ ہو تو فوراً جنگ بندی کر دی جائے۔ ارشاد الٰہی ہے۔

وَاِن جَنَحُوا لِلسّلِمِ فَاجنَح لَھَا وَ تَوَکَّل عَلیَ اللہ(۲۹)

"اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو"

آپؐ نے ہمیشہ امن اور مفاہمت کے فروغ کے لیے کام کیا۔ آپؐ نے دیگر قبائل و مذاہب سے جس قدر معاہدات فرمائے ان سب کا مقصد پُر امن بقائے باہمی تھا اسی لیے ہمیشہ ان معاہدات کی پاسداری کی گئی۔

معاہدات کی پابندی ہی وہ چیز ہے جس سے بین المذاہب اور بین الاقوامی نظریات اور تصوّرات کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے اور بھائی چارے کی فضا فروغ پاتی ہے۔ عملی طور پر اسلامی حکومتیں بھی معاہدات کی پابندی کرتی آئی ہیں۔ معاہدات کی پابندی بین الاقوامی تعلقات کی ضامن ہے۔ اسلام اور مغربی دنیا کے درمیان حائل خلیج کو پاٹنے میں معاہدات اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اسلام غیر مسلموں سے مباحثے، مکالمے، مذاکرے اور حکمت پر مبنی رویّہ اپنانے کا حکم دیتا ہے تاکہ امن کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ آئے۔

پُرامن بقائے باہمی کے لیے پیغمبرِ اسلامؐ کی پالیسی

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ تمام عالم کی بقاء اور سلامتی کا بہترین عملی نمونہ ہے۔ بعثت سے قبل بھی آپؐ نے عربوں کو باہم لڑائی جھگڑے سے روکا اور محبت کا درس دیا۔ قیام امن کے لیے معاہدے کیے اور حلف الفضول جیسے شریفانہ معاہدے کا حصّہ بھی بنے جو کمزوروں کی حمایت اور دفاع کے لیے کیا گیا تھا۔ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے دوران حجر اسود نصب کرنے کے معاملے میں جس طرح آپؐ نے فہم و فراست اور مفاہمت کے ساتھ پُرامن بقائے باہمی کا عملی نمونہ پیش کیا، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مدنی دور کے معاہدات کے ذریعے آپؐ نے جہاں اپنے دشمنوں کی تعداد میں کمی فرمائی وہاں مشرکین کو اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ عالمی سطح پر پُرامن بقائے باہمی کو متعارف کروایا اور اپنے دور کے تمام سربراہانِ مملکت کو اسلام کی دعوت دی، سفیر متعین فرمائے اور ایسے افراد کا تقرر کیا جو بہتر طور پر اسلام کی ترجمانی کر سکیں۔ رحمت عالمؐ نے مدنی دور میں اپنی خارجہ پالیسی کی بنیاد وعدوں کی پابندی، مظلوم کی حمایت، ظلم زیادتی اور اور سازشی عناصر کا سدباب، دشمن کو شکست کے باوجود انتقام کا نشانہ نہ بنانا اور صلح جوئی اور عام معافی کے رویّے پر رکھی۔ انہی اُمور کی بدولت انتہائی کم عرصے میں دشمنانِ اسلام، جانثاران اسلام بن گئے اور اہل کتاب سے صحت مندانہ تعلقات کا قیام ممکن ہوا۔

معاہداتِ نبوی ﷺ

معاہدات نبویؐ کی اقسام درج ذیل ہیں۔

۱. دستور مدینہ (میثاق مدینہ)

۲. حلیفی کے معاہدات (مدینہ کے مغربی قبائل سے معاہدات)

۳. معاہدہ صلح (صلح حدیبیہ)

۴. معاہدات امان (مفتوح قبائل واقوام سے معاہدے)

۵. تجدید حلیفی (بنو خزاعہ کے ساتھ معاہدہ) (۳۰)

طوالت سے بچنے کے پیشِ نظر ذیل میں صرف ان معاہدات کا ذکر کیا جارہا ہے جو ہجرت مدینہ سے صلح حدیبیہ تک کے درمیانی عرصے میں طے پائے۔ یہ درج ذیل معاہدات ہیں۔

۱. میثاق مدینہ

۲. مدینہ کے قبائل سے کئے گئے معاہدات جن میں بنو ضمرہ، بنو غفار، بنو اشجع، بنو جہینہ شامل ہیں۔

۳. صلح حدیبیہ

۱۔میثاق مدینہ

میثاقِ مدینہ کو اسلامی تاریخ میں دستوری اہمیت حاصل ہے۔ڈاکٹر حمید اللہ نے بجا طور پر میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا تحریری دستور قرار دیا ہے۔[۳۱] متحدہ قومیّت کا تصور پیش کرتے ہوئے یہ معاہدہ پُرامن بقائے باہمی کے لیے بین الاقوامی معاہدہ کہلاتا ہے۔ اس معاہدے کی عبارت دورِ نبوی کی دستاویز نویسی کا نمونہ بھی ہے جس میں آپؐ کی امن پسندی، صلح جوئی اور مفاہمت کی پالیسی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی، رواداری، غیر مسلموں سے تعاون اور اتحاد کے اُصول وضع ہوئے۔

رسولِ اکرمؐ جب ہجرت فرماتے ہوئے مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت مدینہ مختلف رنگ و نسل اور مذاہب کے افراد کا وطن تھا جن میں اوس وخزرج کے ۱۲ قبائل، یہود کے ۲۰ قبائل اور مکہ سے آنے والے مسلمان مہاجر بھی شامل تھے۔ آپؐ نے ہجرت سے قبل مدینہ میں امن وامان کے قیام کے لیے ہر قبیلے کے لیے الگ الگ نقیب مقرّر فرمائے تھے۔اس کے باوجود وہاں کوئی مستقل شہری نظام قائم نہیں تھا۔ ہر قبیلہ اپنے اُمور الگ حیثیت سے طے کرتا تھا۔ اوس و خزرج باہم نبرد آزما رہتے اور یہود کے قبائل بھی ان کے حلیف بن کر جنگوں کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔ (۳۲)

اہل مدینہ کسی ایک فرد کو حاکم بنانے کے خواہاں تھے جن میں ایک نمایاں نام عبد اللہ بن اُبی ؒ کا تھا۔ ان حالات میں مدینہ کے اندر ایک مرکزی حکومت کا قیام اس کے نظم ونسق کا انتظام اور مختلف قبائل وعقیدہ

کے افراد کو حکمت اور دانائی سے اس حکومت کا حصّہ بنانا آپؐ کی معاملہ فہمی کا ثبوت ہے۔

اہل مدینہ کے حقوق و فرائض کے تعین اور مہاجرین کی آباد کاری کے ساتھ غیر مسلم باشندوں سے سمجھوتا کرنا آپؐ کے پیشِ نظر تھا تاکہ مہاجرین کے نقصان کا ازالہ ہو سکے۔ آئندہ کے لیے مشرکین مکہ کے ممکنہ حملوں سے مدافعت کا اہتمام بھی ممکن ہو اور دعوت و تبلیغ کی راہ میں کوئی مزاحمت نہ ہو۔ چنانچہ آپؐ نے چندماہ کے اندر ایک ایسی دستاویز مرتب فرمائی جو نہ صرف اہل مدینہ کا دستور قرار پائی بلکہ آنے والی نسلوں کے لیے بہترین منشور کہلائی۔ میثاق مدینہ ۱ ہجری کو مرتب ہوا جبکہ ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق اس کا دوسرا حصّہ جنگ بدر کے بعد دو ہجری کا ہے۔(۳۳)اس دستور کا مکمل متن مختلف کتب حدیث و کُتب سیرت میں ملتا ہے۔ ابن اسحاق کے ہاں اس کا مکمل متن موجود ہے جبکہ ابن سعد، طبری، ابن کثیر وغیرہم نے اس کے بعض حصّے نقل کئے ہیں۔

دستاویز کے دو نمایاں حصّے ہیں پہلا حصّہ مہاجرین اور انصار کے متعلق ہے جو دفعہ ۱-۲۴ پر مشتمل ہے۔ جبکہ دوسرا حصّہ دفعہ ۲۵-۵۲، یہودی قبائل کے حقوق و فرائض کے بارے میں ہے۔(۳۴)معاہدے میں ۴ نکات اہم قرار دیئے گئے ہیں۔

۱. اقتدارِ اعلیٰ اللہ کی ذات ہے اس کی جانب سے نصرت، راہِ راست پر رہنے سے مشروط ہے۔
۲. پناہ دہی کا حق ہر شخص کو دیا گیا ہے اور اس کا احترام پوری اُمّت پر واجب ہے۔
۳. یہود کو پورے حقوق شہریت اور مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے۔ دشمن سے جنگ کی صورت میں ہر حلیف اپنے مصارف جنگ خود برداشت کرے گا۔
۴. مدینہ منورہ کو متحدہ مرکز بنا دیا گیا ہے۔(۳۵)

اہم نکات

۱. یہ معاہدہ مہاجرین، قریش، اہل یثرب، یہود، نصاریٰ اور مدینہ کے غیر مسلم کے درمیان ہے۔
۲. ہر گروہ اپنے دستور کے مطابق خون بہا اور قیدیوں کا فدیہ خود ادا کرینگے۔
۳. امان کی پابندی تمام مسلمانوں پر لازم ہو گی۔ خدا کا ذمہ، عہد اور پناہ ایک ہی ہے خواہ پناہ دینے والا ادنیٰ درجے کا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

۴. سب مسلمانوں کی صلح ایک ہی ہو گی۔ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔

۵. جو کوئی یہ معاہدہ کرنے والی قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب مل کر کام کریں گے اور مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۶. تعاون اور مدد نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ہو گی۔ ظالم اور جرائم پیشہ افراد کی مدد یا پناہ کے لیے نہیں ہو گی۔

۷. یہود (بنی عوف، بنی نجار، بنی حارث اور دیگر قبائل) مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں۔

۸. یثرب کا علاقہ حرم یعنی مقدس مقام ہو گا۔

۹. دستور والوں میں کسی جھگڑے یا فساد کا ڈر ہونے کی صورت میں اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے گا۔

۱۰. قریش کو پناہ اور مدد کسی صورت نہیں دی جائے گی۔

۱۱. جو معاہدہ کرنے والوں سے جنگ کرے گا تو ہر فریق دوسرے کی مدد کرے گا اور ہر حلیف اپنا جنگی خرچ خود برداشت کرے گا۔(۳۶)

میثاق مدینہ کا تجزیہ

میثاقِ مدینہ نے عرب قبائل میں صلح و امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ اس معاہدے کو موجودہ اصطلاح میں "معاہدۂ بقائے باہمی" کہا جا سکتا ہے۔(۳۷)

۱. امت کی بنیاد

میثاقِ مدینہ نے اہل مدینہ کو ایک اُمّت قرار دیا۔ دفعہ ۲ کے مطابق تمام مسلمان ایک اُمّت قرار پائے جبکہ معاہدے کے تحت آنے والے طبقات سیاسی طور پر ایک اُمّت ہیں۔ دفعہ ۲۵ میں غیر مسلموں کے لیے امة مع المؤمنین کا لفظ استعمال ہوا ہے جو پُرامن بقائے باہمی اور عدل و مساوات پر مبنی معاشرے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۲. عقیدے کی آزادی

دفعہ ۲۵ تا ۳۵ میں حرّیت عقیدہ کے مختلف قبائل کو حق دیا گیا ہے کہ وہ؛

أ. اپنے دین پر قائم رہیں۔

ب. انہیں عقیدۂ اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

ج. اگر کوئی ظلم کرے گا تو صرف وہی سزا کا مستحق ہو گا۔

د. کسی پر ظلم یا کسی کے ساتھ عہد شکنی نہیں کی جائے گی۔

۳. غیر مسلموں کے ساتھ حُسن سُلوک

دفعہ ۴۶ میں معاشرے کے کمزور طبقے سے تعلق رکھنے والے غیر مسلموں کو انسانیت کی بنیاد پر سیاسی اور سماجی تعلقات قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

"قبیلۂ اوس کے یہودیوں کو، چاہے موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور والوں کو ہیں"۔

لہٰذا مسلمان غیر مسلم کی غمی خوشی میں مناسب طریقے سے شریک ہو سکتے ہیں۔ غیر مسلم کی عیادت کرنا، اس کی وفات کی صورت میں تجہیز و تکفین میں تعاون کرنا، مشکل میں مدد کرنا، تحائف کا لین دین کرنا، ان کی دعوت قبول کرنا، ان کے ساتھ بہتر سماجی تعلقات کی صورتیں ہیں۔

۴. کفالتِ باہمی

میثاق کی دفعہ ۱۲-۳ کے ذریعے غریب، بے سہارا اور نادار افراد کی کفالت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ہر ایک مجلس اپنے اہل محلّہ کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی پابند قرار دی گئی اور اگر کوئی مجلس ایسا کرنے کے قابل نہ ہو تو دیگر قبائل کو ان کی مدد کرنے کا پابند بنایا گیا۔ یہ شق عوامی مدد سے طے پانے والے اجتماعی تعاون اور تکافل کے نظام کی بنیاد بنی جبکہ دفعہ ۱۲ کے ذریعے غارمین کے قرضوں کی ادائیگی کا انتظام کیا گیا۔

۵. مرکزی حکومت کا نظام

دفعہ ۱، ۲ کے ذریعے ایسا نظامِ حکومت قائم ہوا جس نے معاشرے کے ہر طبقے اور ہر مذہب کے درمیان عدل و انصاف، رواداری اور مساوات کے ساتھ فیصلہ کرنے کی بنیاد ڈالی۔ دفعہ ۲۳ اور ۴۲ کے مطابق اہل معاہدہ کے

درمیان ہونے والے ہر قسم کے اختلاف میں آپ ﷺ کے فیصلے کو حتمی مانا گیا۔ گویا تمام طبقات نے آپؐ کی بالادستی کو قبول کرتے ہوئے آپؐ کو حکم بنایا۔ آپؐ عدلیہ، مقنّنہ اور انتظامیہ کے سربراہ قرار پائے اور تمام عسکری معاملات بھی آپؐ کے صوابدیدی اختیارات پر تھے۔

۶. معاشرتی جرائم کا خاتمہ

دفعہ ۲۲، ۲۰ اور ۳۶ نے عرب معاشرتی جرائم کا قلع قمع کر دیا اور ہر طرح کے حالات میں رعایا کو حکومت سے تعاون کا پابند بنایا گیا۔ بغاوت اور خانہ جنگی کو ممنوع قرار دیا گیا جبکہ دفعہ ۱۵ اور ۳۷ کے ذریعے وعدے کی پابندی پر زور دیا گیا ہے۔ جرم کی پردہ پوشی یا مجرم کو پناہ دینے کی ممانعت کی گئی ہے۔

۷. امن و امان کا قیام

دفعہ ۳۹ کے ذریعے مدینہ کو حرم قرار دینے سے اور دفعہ ۴۳ کے تحت قریش کی کسی قسم کی مدد اور پناہ دینے سے منع کرنے سے، مدینہ میں امن و امان کی فضا پیدا ہوئی۔ جس کی بدولت اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے راہ ہموار ہوئی اور مدنی ریاست داخلی اور خارجی انتشار سے محفوظ ہو گئی۔

۸. حق مساوات و رائے

میثاق نے بلا تفریقِ مرد و زن، آزاد و غلام، سب کی امان کو یکساں ٹھیرایا گیا ہے۔ دفعہ ۱۵ نے طبقاتی نظام کا خاتمہ کیا اور دفعہ ۳۷ کے تحت ہر شہری اپنی رائے پیش کرنے میں آزاد قرار دیا گیا ہے۔

۹. قانون سازی کے اُصول

میثاق مدینہ کے ذریعے معاشرے میں قانون سازی کے لیے ایسے اُصول و ضوابط وضع ہوئے جن کا مدار عدل و انصاف اور مساوات پر تھا۔

۱۰. جانی و مالی مساہمت

میثاق کی دفعہ ۳۷ میں ہر گروہ کا جنگی اخراجات خود برداشت کرنے اور دفعہ ۴۴ میں یثرب کا دفاع کرنے کی پابندی سے اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ غیر مسلم رعایا ملک کے دفاع میں مسلم رعایا کی طرح جان و مال خرچ کرے گی اور اپنے دفاعی اخراجات ادا کرنے کی پابند ہو گی۔ گویا غیر مسلم ریاست سے دفاعی اور جنگی معاہدے کئے جاسکتے ہیں۔

میثاقِ مدینہ کے اثرات

اس دستاویز نے عرب معاشرے میں سرایت غلامی، طبقاتی تقسیم، حسب نسب پر فخر، ظلم، بد معاملگی، جنگ پسندی اور حق تلفی جیسے جرائم کا خاتمہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ میثاق نے طے کیا کہ اسلامی ریاست کے شہری چاہے وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، جان ومال کے تحفظ اور حقوق وفرائض کی ادائیگی میں برابر ہیں۔ ان کا تحفظ حکومت کی ذمہ داری ہے اور ریاست کا دفاع کرنا رعایا کا فریضہ ہے۔ امن و امان کے قیام کے لیے غیر مسلم اقوام سے تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں۔ اس دستاویز کی بدولت رعایا کو اپنے حقوق سے آگاہی حاصل ہوئی۔ اہل مدینہ نے اسلام کو ایک سیاسی قوت تسلیم کرتے ہوئے ثابت کیا کہ غیر مسلم باشندے اسلامی ریاست کے باعزت شہری بن سکتے ہیں اور غیر مسلم اقوام سے صحت مند تعلقات کا فروغ ممکن ہے۔ آپؐ نے مختلف طبقات کے لیے محبت، رواداری اور مفاہمت عملی کے فروغ کو ضروری قرار دیا۔ جس کا اظہار دستاویز کی ہر دفعہ سے ہوتا ہے۔ آپؐ نے میثاق مدینہ کو ایک ایسا منشور بنا کر پیش کیا جو تعصّب اور حسد سے دور، انسانیّت کی بھلائی اور خیر خواہی پر مبنی ہے۔ آپؐ کی حکمت عملی نے ثابت کیا کہ اسلام دیگر اقوام کے ساتھ مفاہمت کر سکتا ہے۔ مکالمے، معاہدے اور گفتگو کے ذریعے دشمن کو دوست بنایا جاسکتا ہے۔ اس نظریے نے عرب کے معاشرے کو جنگ کی دھکتی بھٹی سے امن کے گلزار میں لا کھڑا کیا۔ آپؐ نے ہر فرد کو اس بات کا پابند بنایا کہ وہ ظالم اور فاسد کے بجائے مظلوم کا ساتھ دے اور ظالم کا ساتھ دینے کو جرم قرار دیا گیا۔ آپؐ کے عہد شکن سے امان ختم کرنے، تمام قبائل کا مل کر جنگی اخراجات برداشت کرنے، دشمن کی پناہ کو ممنوع قرار دینے اور مدینہ کو حرم قرار دینے، جیسے اقدامات کی بدولت مدینہ میں امن قائم ہوا۔ مشرکینِ مکّہ سے نمٹنے کے لئے تمام قبائل ایک دوسرے کے معاون بن کر سامنے آئے۔ اس دستاویز نے مسلمان، یہودی، عیسائی، اور مدینہ کے مشرک کو ایک ریاست کا شہری اور ایک اُمّت بنا دیا۔ تضادات اور انتشارات کی اس زمین میں مرکزی حکومت کا قیام آپؐ کی حکمت اور صلح جوئی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

مدینہ کے قبائل سے معاہدات

میثاقِ مدینہ کے ذریعے مدینہ کے اندر امن وامان قائم ہوا۔ آپؐ نے مدینہ کے باہر بسنے والے عرب قبائل سے پُر امن بقائے باہمی کے تحت معاہدے فرمائے۔ ان قبائل میں بنو ضمرہ، بنو غفار، بنو اشجع، بنو مدلج، بنو

جہینہ، اور بنو مزینہ شامل ہیں۔ ان معاہدات کا آغاز ۲ ہجری سے ہوا۔ یہ قبائل زمانہ جاہلیت سے اوس اور خزرج کے حلیف تھے ۳۸۔ ان معاہدات نے تعلقات کو مضبوط کیا جن کے ذریعے مدینہ کے جنوب مغربی قبائل اور مسلمانوں نے آپس میں جنگ نہ کرنے اور ایک دوسرے کی مدد کرنے کا عہد کیا۔ یہ معاہدات درج ذیل ہیں۔

(الف) بنو ضمرہ سے معاہدہ

یہ معاہدہ ۲ ہجری کو غزوۂ ابوء کے سفر کے دوران قرار پایا جو ۷ دفعات پر مشتمل تھا۔ معاہدے کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔(۳۹)

۱. بنو ضمرہ کو جان اور مال پر امن دیا گیا ہے۔
۲. بنو ضمرہ کے دشمن کے خلاف، ان کی مدد کی جائے گی جب تک وہ وعدہ وفائی کریں اور بُری باتوں سے بچیں۔
۳. بنو ضمرہ پر بھی مسلمانوں کی مدد کرنا واجب ہے۔
۴. اگر قبیلہ اسلام کے خلاف شرارت کرے گا تو معاہدہ ختم ہو جائے گا۔

(ب) بنو غفار سے معاہدہ

یہ معاہدہ بھی ۲ ہجری میں قرار پایا۔ جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱. بنو غفار کو وہی حقوق حاصل ہونگے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔
۲. انہیں، ان کے دشمن کے خلاف مدد دی جائے گی۔
۳. ان کے مالوں اور جانوں کے متعلق نبیؐ نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ذمہ داری کا معاہدہ کیا ہے۔
۴. بنو غفار مسلمانوں کی مدد کرنے کے پابند ہوں گے۔

(ج) بنو اشجع سے معاہدہ

قبیلہ عطفان کی شاخ، اشجع مدینہ کے شمال میں آباد تھے۔ انہوں نے غزوہ خندق کے سال اپنا وفد مدینہ بھیجا اور اسلامی ریاست سے دوستی کا معاہدہ کیا(۴۰)۔ اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱. نعیم بن مسعود نے اس بات پر حلیفی کی ہے۔
۲. بنو اشجع مدد اور بہی خواہی کے لیے مسلمانوں کے حلیف ہونگے۔

(د) بنو جہینہ سے معاہدہ

بنو جہینہ کے قبائل مثلاً بنی ربعہ اور بنی زرعہ کے ساتھ طے پانے والے معاہدات ان کے اسلام لانے سے قبل کے ہیں جبکہ بنی جرمز اور بنی حرقہ وغیرہم کے ساتھ معاہدات میں ان کے اسلام لانے کا ذکر ملتا ہے (۴۱)۔

(ھ) بنو زرعہ و بنو ربعہ سے معاہدہ

یہ معاہدہ ۲ ہجری میں طے پایا جس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱. بنو زرعہ و بنو ربعہ کو ان کے جان و مال پر امان ہے۔
۲. ان کے دشمن کے خلاف ان کو مدد دی جائے گی۔
۳. ان کے خانہ بدوشوں کو بستیوں میں رہنے والوں کی طرح حقوق حاصل ہونگے۔

(و) بنی جرمز سے معاہدات

یہ بنی جہینہ کی شاخ تھی جن سے مسلمان ہونے کے بعد معاہدہ کیا گیا۔ اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔

۱. بنو جرمز کو اپنی بستیوں میں امان ہے۔
۲. اسلام لاتے وقت جن اشیاء پر ان کا قبضہ ہے وہ ان کے پاس رہیں گی۔
۳. اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کریں گے۔
۴. غنیمت میں خمس ادا کریں گے۔
۵. قرضوں پر راءس المال لینا جائز ہے۔ اور رہن کا سود باطل ہے۔
۶. ان کے پھلوں میں ۱۰/۱ عشر صدقہ ہو گا۔ (۴۲)

مدنی قبائل کے معاہدات کا تجزیہ

مدنی قبائل کے ساتھ ہونے والے ان معاہدات نے پر امن بقائے باہمی میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ قریش، بنو ضمرہ اور بنو غفار کے حلیف تھے۔ ان معاہدات کی صورت میں بنو ضمرہ اور بنو غفار مسلمانوں کے حلیف قرار پائے۔ اس طرح قریش مکّہ جنگ کی صورت میں ان قبائل سے ملنے والی کسی قسم کی مدد سے محروم ہو گئے۔ ان معاہدات نے یہودِ مدینہ کی شورشوں کو پنپنے سے روکا اور قبائل کو آزادانہ طور پر ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملا۔ حلیفی معاہدات کی بدولت مسلمانوں کو دین اسلام کی دعوت اور تبلیغ کے لیے پُر امن فضا میسّر آئی جو ان

قبائل کے اسلام قبول کرنے میں معاون ثابت ہوئی۔ ان معاہدات کے ذریعے درج ذیل مشترکہ اُصول ہمارے سامنے آتے ہیں۔

غیر مسلموں سے غیر جانبدارانہ تعلّقات

مذکورہ معاہدات میں ایک اُصول غیر جانبدارانہ تعلّقات کا ہے۔ بنو ضمرہ کے ساتھ ہونے والے معاہدے میں یہ اُصول طے ہوا کہ "نہ آپؐ بنی ضمرہ سے جنگ کریں گے اور نہ بنی ضمرہ آپؐ سے اور آپؐ کے خلاف کسی گروپ بندی میں شریک نہ ہوں گے۔ اس اُصول کے تحت اسلامی ریاست غیر مسلم ریاستوں سے غیر جانبداری کے پُر امن معاہدے طے کر سکتی ہے۔ آپؐ نے حبشہ اور ترکوں سے بھی اسی غیر جانبداری کا حکم دیا۔ اس اُصول کے تحت پُر امن بقائے باہمی کے لیے ایسے فریقین جنگ میں ایک دوسرے کے مساعد نہیں بنیں گے اور نہ ہی اپنی سر زمین جنگی مقاصد کے لیے استعمال ہونے دیں گے۔

معاہدین سے جنگی امداد و تعاون

مذکورہ معاہدات کا مشترکہ نکتہ معاہدین کا ایک دوسرے سے جنگ کے دوران مدد اور تعاون کرنے کا ہے۔ اس تعاون کی شرط معاہدین کا مظلوم ہونا ہے یعنی اگر معاہد پر ظلم و جبر کے ساتھ چڑھائی کی جا رہی ہو، تو دوسرا حلیف اس کی حتی الامکان مدد کرے گا۔ چنانچہ اس اُصول کا مقصد دراصل جنگ روکنا اور مظلوم کی مدد کرتے ہوئے ظالم سے نجات دلانا ہے۔ پُر امن معاشرے کے لیے مظلوم کی مدد کرنا نہایت اہم ہے۔ لیکن معاہد اگر خود ظلم پر اُتر آئے تو دوسرا فریق اس کی مدد نہیں کرے گا۔ مبادا جنگ کے شعلے ساری دنیا کو لپیٹ میں لے لیں۔ حضور اکرمؐ نے اسی اُصول کے تحت بنو خزاعہ پر ہونے والے بنو بکر کے ظلم کے خلاف آواز بلند کی اور ان کی مدد کا اعلان کیا۔ البتہ ایسا معاہدہ جس میں ناجائز طور پر کسی ریاست کے خلاف کارروائی میں معاونت طلب کی جائے، اسلامی ریاست کے لیے ناجائز ہے۔

معاہدین کو امان دینا

ان معاہدات میں مذکورہ قبائل کو جان و مال کے تحفظ کے لیے امان دی گئی چنانچہ سربراہ مملکت مسلمانوں کے مفادات کے پیش نظر غیر مسلموں کو امان دے سکتا ہے۔ معاہدہ امان، امن و امان کے قیام کے لیے نہایت معاون ثابت ہوتا ہے۔ بعد از امان، غیر مسلموں کو قتل کرنا، قیدی بنانا اور جانی یا مالی نقصان دینا

ناجائز ہے۔ یہ اُصول پُر امن بقائے باہمی کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔

صلح حدیبیہ (۴۳)

میثاق مدینہ، یہود جیسے داخلی دشمن سے کیا جانے والا معاہدہ ہے جبکہ صلح حُدیبیہ ایسے خارجی دشمن سے ہوا جو مسلمانوں کے خلاف بر سر پیکار تھا۔ اس معاہدے نے پُر امن بقائے باہمی کا درس دیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ بظاہر معاہدے کی شرائط اتنی کڑی تھیں کہ صحابہ کرام کو ناگوار گزریں مگر وقت نے ثابت کیا کہ یہ مسلمانوں کے لیے عظیم الشان فتح تھی۔ اس معاہدے سے امن و امان کی وہ فضا قائم ہوئی جس سے باہم منافرت ختم ہوئی۔ اسلام کو سمجھنے اور اس کے متعلق بات کرنے کا موقع ملا۔ جنگ ختم ہوئی۔ مسلمان علی الاعلان اپنے دین پر عمل کرنے لگے۔ آپؐ کی رواداری اور صلح جوئی کی بدولت نہایت کم عرصے میں اسلام پورے عرب میں پھیل گیا۔ آپ کی حکمت عملی سے مسلمان معاشی اور معاشرتی طور پر مضبوط ہوئے۔ تجارت میں اضافہ ہوا اور دیگر اقوام کے ساتھ تعلقات کی راہ ہموار ہوئی۔

ہجرت کے چھٹے سال مسلمان عمرہ کی ادائیگی کے لیے مکّہ روانہ ہوئے۔ مکّہ کے سرداروں نے اسے گوارا نہ کیا اور مسلمانوں کو بیچ راستے روک لیا۔ مشرکین مکّہ جنگ کے درپے تھے جبکہ مسلمان نہتے اور عمرہ کی تیاری کر کے آئے تھے۔ اس وقت شروع ہو جانے والی کوئی بھی جنگ مسلمانوں کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر امن کی ضرورت (۴۴) کو محسوس کیا۔ چنانچہ آپؐ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش کی طرف امن کا پیغام بھیجا۔ دونوں فریقین کے درمیان طویل مذاکرات کے بعد معاہدہ حدیبیہ طے پایا جس میں مشرکین کی نمائندگی سہیل بن عَمرو نے کی۔ اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں۔ (۴۵)

۱. ۱۰ سال تک فریقین کے درمیان جنگ روک دی جائے۔
۲. قریش کا جو فرد بغیر سرپرست کی اجازت کے محمد ﷺ کے پاس آیا اسے قریش کو واپس کر دیا جائے گا اور اگر محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے کوئی قریش کے پاس آیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔
۳. ایک دوسرے کے خلاف جنگ یا خفیہ کارروائی نہیں کی جائے گی۔
۴. اس سال مسلمان واپس چلے جائیں اور اگلے سال آئیں گے مگر اپنے ساتھ ہتھیار نہیں لائیں گے۔

۵. جو شخص محمد ﷺ کے ساتھ معاہدے اور ذمہ داری میں شامل ہونا چاہے، ہو جائے اور جو قریش کے ساتھ معاہدے اور ذمہ داری میں شریک ہونا چاہے، ہو جائے۔

صلح حُدیبیہ کا تجزیہ

صلح حُدیبیہ اپنے وقت کی اہم ضرورت تھی۔ آج بھی ایسے ہی امن معاہدوں کی ضرورت ہے۔ مسلم اُمہ کو جنگ کے بجائے امن کا پیغام پھیلاتے ہوئے پُر امن بقائے باہمی کا رویّہ اپنانا چاہیے۔ پُرامن مقاصد کے لیے جنگ سے گریز اور ایک دوسرے کی فلاح و بہبود پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے روم اور فارس کی طرف توجہ مذکور کرنے کے لیے اہل مکّہ سے امن معاہدہ کرنا ضروری سمجھا۔ یہود نے قریش مکّہ سے امن معاہدہ کرنا ضروری سمجھا۔ یہود مدینہ نے قریش مکّہ کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کر لیا تھا۔ جس میں یہود کے حلیف قبائل بھی پیش پیش تھے۔ منافقین بھی اس آگ سے ہاتھ سیکنا چاہتے تھے۔ آپ ؐبیک وقت ان تمام دشمنوں سے جنگ مول نہیں لے سکتے تھے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ کسی ایک گروہ سے صلح کر لی جائے۔ مشرکین مکّہ، یہود اور منافقین کی نسبت زیادہ بہتر انتخاب تھا۔ مکّہ کے مشرکین، مسلمانوں کے رشتہ دار بھی تھے اور مختلف موقع پر کی جانے والی امداد سے مسلمانوں کے زیر بار بھی تھے، جن میں مکّہ کے قحط کے دوران دی جانے والی امداد اور خوراک کی رسد کی بحالی شامل تھی(۴۶)۔ چنانچہ آپؐ نے بظاہر ذلّت آمیز شرائط کے، مستقبل قریب کے زیادہ بڑے نفع کی خاطر پر معاہدہ کیا۔ یہ نفع فتح خیبر اور فتح مکّہ کی صورت میں نہایت قلیل عرصے میں نصیب ہو گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ وقتی جنگ کے بجائے، طویل مدّت کے امن معاہدے معاشرے کے امن اور استحکام کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے ذریعے درج ذیل اُصول سامنے آتے ہیں۔

۱. سفیر مقرر کرنا

رسولؐ نے حضرت عثمانؓ کو مشرکین مکّہ کی طرف پیغام دے کر بھیجا جو سفارت کاری کی ایک صورت تھی۔ قوموں کے درمیان روابط استوار کرنے، باہمی کشیدگی یا غلط فہمی دور کرنے، ان کے مابین صلح کروانے اور منافرت ختم کرنے اور اپنی قوم کا موٴقف درست انداز میں بیان کرنے کے لیے سفیر متعیّن کرنا ضروری ہے۔ بہترین سفارت کاری باقی دنیا کے سامنے اپنی قوم کا مثبت تاثر پیش کرنے میں اہم کردار ادا کرتی

ہے۔

۲. جنگ بندی اور صلح نامے

متوقع جنگ سے بچنے کے لیے صلح حدیبیہ طے پایا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ سے قبل امن اور صلح کی کوشش کر لینی چاہیے تاکہ مسلمانوں کی جان، مال، عزّت اور آبرو خطرے میں نہ پڑیں اور امن و امان بھی حاصل ہو جائے۔

۳. معاہدے کی تحریری حیثیت

آپؐ کا حدیبیہ کے معاہدے کو تحریر کروانا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ باہمی تنازعہ یا بدگمانی سے بچنے کے لیے معاہدات کا تحریری صورت میں ہونا ضروری ہے۔ اس پر گواہ بنانا اور اس کی نقول کروانا بھی ضروری ہے۔ معاہدے کی مدّت کا تعیّن بھی ہونا چاہیے تاکہ کسی قسم کی غلط فہمی یا جھگڑے کی نوبت نہ آئے۔ آپؐ نے مؤقّت اور غیر مؤقّت دونوں طرح کے معاہدات فرمائے۔ حُدیبیہ کا معاہدہ مؤقّت معاہدات میں شامل ہے، جس میں صلح کی مدّت ۱۰ سال مقرّر کی گئی تھی۔

۴. معاہدات کا احترام کرنا

صلح حُدیبیہ کی دفعات کے مطالعے سے علم ہوتا ہے کہ معاہدات کا احترام ضروری ہے۔ اس کے کسی جزو کی خلاف ورزی کرنا بدعہدی ہے جو نفاق کی علامت ہے۔ معاہدہ طے پانے کے بعد فریقین ایک دوسرے کو کسی بھی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ صلح حُدیبیہ کی دفعہ نمبر ۱۲ اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ "لوگ امن سے رہیں"۔ اگر غلطی سے معاہد کو نقصان ہو جائے تو اس کا بدل اور دیّت ادا کرنا ضروری ہے۔ غیر مسلموں سے ان کی شرائط پر صلح کی جاسکتی ہے۔ پائیدار امن کے لیے فریقین کا جھک جانا بہتر ہے بشرطیکہ معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے حق میں مضر نہ ہوں۔

۵. غیر مسلموں سے لین دین

مذکورہ معاہدے کی دفعہ نمبر ۴ غیر مسلموں سے لین دین کو جائز قرار دیتی ہے۔ موجودہ دور میں جب دنیا ترقی کے زینے طے کرتی جارہی ہے، قوموں کے درمیان تجارتی روابط کا مضبوط ہونا، پائیدار امن اور معاشرتی استحکام کے لیے نہایت اہم ہے۔ ہتھیاروں کے محدود استعمال اور قیدیوں کے لین دین جیسے

معاملات امن کے قیام میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ جنگی قیدیوں کو بنیادی سہولیات فراہم کرنا اور ان سے حُسنِ سلوک کرنا ضروری ہے۔

٦. غیر مسلموں کا حلیف بننا

معاہدے کی دفعہ نمبر ے کے تحت صلح حُدیبیہ کے دوران بنو خزاعہ نے مسلمانوں کے ساتھ حلیفی کا معاہدہ کر لیا تھا۔ جس سے مسلم کا غیر مسلم حلیف بننا ثابت ہوتا ہے۔ غیر مسلم حلیف پر ہونے والے ظلم کی صورت میں اسلامی ریاست اس کی مدد کرنے کی پابند ہوتی ہے۔ یہ اُصول بھی پُرامن بقائے باہمی کے لیے معاون ہے کیونکہ مظلوم کی مدد کرنا، ظلم کو روکنا ہے۔ اور ظلم کا ختم ہو جانا امن وامان کے لیے ناگزیر ہے۔

خلاصہ بحث

پُرامن بقائے باہمی کے لیے گفتگو، مکالمہ اور مجادلہ باحسن طریق نہایت ضروری ہے تاکہ دعوت اسلام پُرامن فضا میں تکمیل پائے۔ جنگ کا مقصد محض ظلم کا خاتمہ ہے اور پُرامن معاشرے کے لیے جنگ کی بجائے صلح کا ماحول قائم کرنا ضروری ہے۔ غیر مسلموں سے اچھے تعلّقات کی بنیاد جنگ نہیں، امن ہے۔ پُرامن بقائے باہمی کے لیے معاہدات نبوی مشعل راہ ہیں۔ جن کے ذریعے غیر مسلم رعایا کو اسلامی ریاست کا حصّہ بنایا گیا اور مساوی حقوق سے نوازا گیا۔ مسلمان اور غیر مسلم اپنے مذہبی اور ثقافتی اُصول و روایات کے ساتھ ایک دوسرے کا حصّہ بن سکتے ہیں۔ امن کے قیام کے لیے غیر مسلموں سے معاہدات اور صلح نامے طے کیے جا سکتے ہیں۔ غیر مسلم مظلوم حلیف کی مدد کرنا بھی امن کے استحکام کے لیے ناگزیر ہے۔ غیر مسلم اقوام سے تجارتی، سیاسی اور جنگ بندی کے معاہدات کیے جاسکتے ہیں تاکہ معاشرے میں صحت مندانہ تعلّقات کو فروغ ملے۔ اقوام کا آپس میں خفیہ سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مشغول رہنا، امن کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ امن وامان کے استحکام کے لیے معاہدات کی پابندی کرنا از حد ضروری ہے۔ عہد شکنی جنگ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے اس لیے دائمی معاہدے توڑنا ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

سفارشات

اتحاد عالم اسلام اور پُرامن بقائے باہمی کے لیے معاہدات نبویؐ سے رہنمائی لی جاسکتی ہے۔

۱. پالیسی ساز اداروں کو چاہیے کہ خارجہ پالیسی مرتب کرتے وقت معاہداتِ نبوی ﷺ کو سامنے رکھیں۔

۲. عوام الناس میں دیگر مسالک اور مذاہب کے درمیان نفرت اور انتہا پسندی کے بجائے رواداری، وسعت قلبی اور ایثار کے جذبات کو اُبھارا جائے۔

۳. ایسی کُتب، رسائل اور تحریری مواد کو اُجاگر کیا جائے جو امن و سلامتی، برداشت اور اسلام کے آفاقی تصور کو مہمیز عطا کرتا ہو۔

۴. عدم برداشت کا رویہ جنگ کا پیش خیمہ بنتا ہے۔ اس کے مقابلے میں معاملہ فہمی، تدبّر اور صلح جوئی کا رویہ اقوام کے درمیان بہتر تعلقات کو فروغ دیتا ہے۔ ارباب اقتدار کے ساتھ ساتھ علما اور مشائخ بھی پُر امن بقائے باہمی میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

۵. اسلام کے دامن پر لگا دہشتگردی کا داغ اور مغربی ذہن میں پایا جانے والا تعصّب ختم کرنے میں علماء اپنا کردار ادا کریں۔ اپنے اخلاق و کردار سے ثابت کریں کہ اسلام ایک پُر امن مذہب ہے۔

۶. ایسے تربیتی کورسز کروائے جاسکتے ہیں جن کے ذریعے مختلف مسالک اور مذاہب کے درمیان پائی جانے والی غلط فہمیوں کا عزالہ ہو اور عوام الناس میں قلبی اور دلی وسعت پیدا ہو۔

۷. دوسرے ممالک سے تجارتی اور ثقافتی روابط استوار کیے جائیں۔ مسلم ریاستوں میں بسنے والی اقلیتوں کو عالمی دھارے میں شامل کیا جائے۔

۸. الیکٹرانک، پرنٹ سوشل میڈیا کے ذریعے رواداری اور انسان دوستی کو فروغ دیا جائے۔

۹. اُمّتِ مسلمہ کو کسی ایسے معاہدے میں شریک نہیں ہونا چاہیے جو اسلام کی اہانت یا اہلِ اسلام کی رسوائی کا باعث بنے۔

۱۰. مذہبی عقائد، کُتُب اور شخصیّات کے متعلّق مذہبی جذبات بھڑکانے سے گریز کیا جائے۔ تمام مذاہب اور ان کے بانیان کا احترام کیا جائے۔

۱۱. معاشی، اقتصادی اور بین الاقوامی سطح پر عدل و انصاف کا قیام اور استحصال کا خاتمہ معاشرے میں امن کے قیام کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس وقت سب سے اہم مسئلہ امن کا قیام ہے جو بذریعہ مکالمہ ہی ممکن ہے۔

حوالہ جات وحواشی

١۔ ابن فارس، ابوالحسین احمد، **معجم مقاییس اللغۃ**، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۸ء، ج ۲، ص ۱۱۷

۲۔ ھود ۱۱: ۳۲

۳۔ الانعام ۷: ۸۰

۴۔ دیکھئے: آلِ عمران ۳: ۶۴، المائدہ: ۱۹، النساء: ۷، ۴۷، ۱۷۱

۵۔ آلِ عمران ۳: ۶۴

۶۔ البقرۃ ۲: ۴۷

۷۔ الافریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، دار صادر، بیروت، الطبعہ الاولیٰ، مادّہ عہد، صفحہ ۳۱۱-۳۱۳

۸۔ الاسریٰ ۱۷: ۳۴

۹۔ النسآء ۴: ۱۵۴ وَاَخَذنَامِنکُم مِیثَاقاً غَلِیظاً

۱۰۔ المائدہ ۵: ۱ یَآاَیُّھَاالَّذِینَ اٰمَنُوآ اَوفُوابِالعُقُود

۱۱۔ المائدہ ۵: ۱۸۹ ذٰلِکَ کَفَّارَۃُاَیمَانِکُم اِذَاحَلَفتُم

۱۲۔ التوبۃ ۹: ۸ لَایَرقَبُوافِیکُم اِلّاً وَلَا ذِمَّہ

۱۳۔ السرخسی، شمس الدین محمد بن احمد، **شرح کتاب السیر الکبیر**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۵، ص ۱۷۸

۱۴۔ الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود، **بدائع والصنائع فی ترتیب الشرائع**، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۰۶ھ، ج ۷، ص ۱۸

۱۵۔ رضا، محمد رشید، **تفسیر القرآن الکریم** المعروف تفسیر المنار، الہیئۃ المصریہ، مصر، ۱۹۹۰ء، ج ۴، ص ۱۵۴

۱۶۔ dictionary.reference.com/browse/treaty, February ۲۰۱۵

۱۷۔ en.wikipedia.org/wiki/treaty, February ۲۰۱۵

۱۸۔ www.vocabulary.com/dictionary/treaty, February ۲۰۱۵

۱۹۔ دیکھئے۔۔ ڈاکٹر حمید اللہ، **سیاسی وثیقہ جات**، مترجم: مولانا ابو یحیٰ امام خان، مجلس ترقی ادب، کلب روڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء

۲۰۔ ندوی، مجیب اللہ، **اسلام کے بین الاقوامی اُصول وتصورات**، ناشر مرکز تحقیق، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۱۱۷

۲۱ ۔ دیکھئے۔ڈاکٹر، وھبہ الزحیلی، **بین الاقوامی تعلقات**، مترجم: مولانا حکیم اللہ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ص۲۶۱-۱۹۴

۲۲۔ النحل ۹۱:۱۶

۲۳۔ ابو داؤد، سلمان بن اشعث، **السنن**، المکتبہ العصریہ، بیروت، س۔ن، کتاب الخراج والامارہ، حدیث نمبر ۳۰۵۲

۲۴ ۔ شرح لسیر الکبیر بحوالہ سابقہ، ج ۱، ص ۶۲

۲۵ ۔ الانفال ۷۲:۸

۲۶ ۔ النساء ۹۰:۴

۲۷ ۔ التوبۃ ۴:۹

۲۸ اٰلِ عمران ۶۴:۳

۲۹ ۔ الانفال ۶۱:۸

۳۰ ۔ شاہ، معین الدین، مقالہ، **معاہدات نبوی کا فقہی مطالعہ**، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۲۰۰۶ء، ص۲۹-۲۸

۳۱ ۔ دیکھئے ڈاکٹر، حمید اللہ، **خطبات بہاولپور**، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، نیز ڈاکٹر، حمید اللہ، **عہد نبوی کا نظام حکمرانی**، اُردو اکیڈمی، سندھ، کراچی، ۱۹۸۱ء،

۳۲ ۔ ابن ہشام، عبد الملک الحمیری، **السیرۃ النبویہ**، المعروف سیرت ابن ہشام، شرکہ مکتبہ ومطبعہ مصر، ۱۹۵۵ء، ج ۲، ص۱۸۸

۳۳۔ دیکھئے: ڈاکٹر، حمید اللہ، **عہد نبوی کا نظام حکمرانی**، ص ۸۵

۳۴ ۔ بحوالۂ سابقہ

۳۵ ۔ دیکھئے: ڈاکٹر، حافظ محمد یونس، **رسول اللہ ﷺ کا سفارتی نظام**، دار الفرقان، سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی، ۱۹۹۶ء، ص۲۳۹-۲۴۰

۳۶ ۔ دیکھئے۔ حمید اللہ، **مجموعۃ الوثائق السّیاسیۃ**، وثیقہ نمبر ۱

۳۷ ۔ **رسول اللہ کا سفارتی نظام**، ص۲۳۸

۳۸ ۔ ملاحظہ ہو: ڈاکٹر، محمد حمید اللہ، **رسول اکرم کی سیاسی زندگی**، نگارشات پبلشر، مزنگ روڈ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص۲۷۹

۳۹ ۔ معاہدے کا اصل متن یا ان کی دفعات کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ دفعات کا خلاصہ کرتے ہوئے اہم نکات کو اپنے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

۴۰ ۔ دیکھئے: ابن سعد، ابو عبد اللہ محمد، **الطبقات الکبری**، مکتبہ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ۱۴۰۸ھ،

نیز محمد حمید اللہ، **رسول اکرم ؐ کی سیاسی زندگی**، بحوالہ سابقہ

۴۱ ۔ڈاکٹر، حمید اللہ، **مجموعۃ الوثائق السیاسیہ**، ترجمہ سیاسی وثیقہ جات، مترجم: مولانا، ابو یحییٰ امام خان، **مجلس ترقی ادب**، کلب روڈ، لاہور، ۲۰۰۵ء

۴۲ ۔ دیکھئے: محمد حمید اللہ، **عہد نبوی ﷺ کا نظام حکمرانی**، بحوالہ سابقہ

۴۳ ۔ دیکھئے: محمد حمید اللہ، **مجموعۃ الوثائق السیاسیّہ**، بحوالہ سابقہ

۴۴۔ ڈاکٹر، حمید اللہ، **رسول اکرم کی سیاسی زندگی**، بحوالہ سابقہ، ص ۱۰۵-۱۰۴

۴۵ ۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: حمید اللہ، **سیاسی وثیقہ جات**، بحوالہ سابقہ

۴۶ ۔ محمد حمید اللہ، **نبوی کا نظام حکمرانی**، ص ۳۵